مشرقی پاکستان کے صوفیائے کرام

بنگال میں سلسلہ قادریہ کے چند بزرگ

وفا راشدی

بنگال میں سہروردیہ، چشتیہ، قلندریہ، مداریہ، ادہمیہ (یا خضریہ) نقشبندیہ اور قادریہ، تقریبًا تمام سلسلوں کے بزرگانِ دین کا فیضان ہر دور میں جاری و ساری رہا ہے۔ سلسلۂ قادریہ کا چشمۂ فیض برصغیر پاک و ہند میں غوث الاعظم حضرت شیخ محی الدین ابو محمد، عبدالقادر جیلانی (گیلانی) کی ذاتِ بابرکات کی بدولت جاری ہوا۔

بنگال میں حضرت شاہ نعمت اللہ قادری نے سلسلۂ قادریہ کی داغ بیل ڈالی۔ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد زریں میں بنگال میں اس سلسلے کی بڑی ترقی ہوئی۔ حضرت شاہ نعمت اللہ نارنول سے بنگال تشریف لائے تھے اور راج محل میں سکونت اختیار کی تھی۔ آپ کا سن وفات ۱۶۶۴ء مطابق ۱۰۷۵ھ بمقام فیروز آباد، نواح قصبہ گوڑھ ہے[۱]۔

---

[۱] حضرت شاہ نعمت اللہ کا مفصل حال آئندہ کسی شمارے میں پیش کیا جائے گا۔ (و۔ ر)

حضرت شاہ نعمت اللہ کے بعد جن اولیائے کرام اور مشائخ عظام نے قادریہ سلسلے کو بنگال میں فروغ دیا ان میں حضرت مولانا سید حافظ احمد النوری توکلی عرف میراں شاہ کا نام نامی اسم گرامی قابلِ ذکر ہے۔ آپ کا تعلق اس خاندان عالی مقام سے تھا جس خاندان کا فیض نہ صرف بنگال بلکہ متحدہ ہندوستان کے گوشے گوشے میں عام تھا۔ یہ وہ خاندان ہے جس کے سربراہ سلسلہ قادریہ کے مؤسس و بانی حضرت سید محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ جیسی عظیم المرتبت ہستی اور اللہ کے برگزیدہ بندے تھے۔ حضرت میراں شاہ حضرت غوث الاعظم کے پوتے تھے۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا سید عاجلؒ اپنے وقت کے بلند پایہ بزرگ تھے۔ جس زمانے میں تاریخ کے جابر و ظالم بادشاہ ہلاکو خان نے دہلی کو تخت و تاراج کیا، بے گناہوں اور مظلوموں کا خون ناحق بہایا، قتل و غارت گری سے جبین انسانیت پر بدنما داغ لگایا، دہلی کا چمن اجڑ گیا، باشندگان دہلی اپنا وطن اور گھر بار چھوڑ کر متحدہ ہندوستان کے دیگر مختلف مقامات میں جا بسنے پر مجبور ہوئے۔ اسی پُر آشوب دور میں حضرت عبدالقادر جیلانی کے بعض اعزا و اقربا، رفقاء خوشہ چینوں اور مریدوں نے بھی دہلی ترک کرکے کابل، قندھار، پارس، یوپی، بہار اور بنگال میں ہجرت کی لیکن حضرت سید عاجلؒ نے سلطان فیروز شاہ کے عہد میں دہلی میں سکونت اختیار کی۔ حضرت سید عاجلؒ کے فرزند ارجمند سید احمد نوری نے دہلی میں آنکھیں کھولیں۔

حضرت مولانا سید احمد نوری نے اپنے والدِ محترم حضرت مولانا سید عاجلؒ کے زیرِ شفقت و عاطفت تعلیم و تربیت حاصل کی۔ سب سے پہلے قرآن پاک کا مطالعہ فرمایا اور حافظِ قرآن کا درجہ پایا۔ اس کے بعد مقتدر علمائے دین کے زیرِ تلمذ علم و فضل سے آراستہ ہوئے۔ جب آپ علوم ظاہری و باطنی سے بہرہ ور ہوگئے تو آپ نے علم سلوک اور طریقۂ شریعت کے لئے مرشدانِ کامل کی خانقاہوں میں حاضری دی۔ مشق و ریاضت سے علوم ظاہری و باطنی کے اسرار و رموز سے واقف ہوئے۔ آخرکار اس مقام پر پہنچے کہ آپ کو طریقۂ قادریہ کا خرقۂ خلافت عطا ہوا۔

ہلاکو خان کی وفات کے بعد حضرت عاجلؒ دلّی سے بغداد واپس چلے گئے اور وہاں یادِ الٰہی میں زندگی کے باقی دن گزار دیئے لیکن اللہ نے ان کے نیک فرزند حضرت سیّد میراں شاہ کو سرزمین ہند میں دینی امور کے لئے تعینات کیا۔ شاید اس لئے آپ نے اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ بغداد جانے کے بجائے دلّی ہی میں قیام کرنا مناسب خیال فرمایا۔ شب و روز درس و تدریس، خدمتِ خلق اور عبادتِ الٰہی میں مصروف رہے۔ بادشاہ وقت سلطان رکن الدین فیروز شاہ آپ کے والد حضرت عاجل کے دل سے بڑے معتقد تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ان کے عظیم فرزند حضرت سید میراں شاہ کو دلّی میں رہنے پر اصرار کیا۔ بادشاہ دلّی میں آپ کے قیام کو باعثِ خیر و برکت سمجھتا تھا۔ ایک شب حضرت سید میراں شاہ کو خواب میں بشارت ہوئی کہ بنگال جاکر اپنے علم و ریاضت سے اللہ کا نام پھیلاؤ اور دینِ حق کی خدمت کرو۔ چنانچہ آپ نے دہلی سے بنگال کا رخ کیا، مختلف مقامات کی سیر و سیاحت کے بعد ضلع نواکھالی میں پہنچے۔ کنچن پور نامی گاؤں میں آپ کا آستانہ تھا۔ آپ کی خانقاہ رشد و ہدایت کی آماجگاہ تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب سلہٹ میں حضرت شاہ جلال یمنی سلہٹی المجردؒ اور ڈھاکا میں حضرت شاہ علیؒ جیسے بانیٔ اسلام کا طوطی بول رہا تھا۔

حضرت میراں شاہ نے پہلے پنڈوا میں قیام فرمایا۔ بادشاہ رکن الدین فیروز شاہ نے آپ سے متعلق ایک فرمان جاری کیا جس کی رُو سے آپ بنگال کے جس علاقے جس حصّے میں چاہتے سکونت اختیار کر سکتے تھے۔ اس کے علاوہ بادشاہ موصوف نے آپ کو کئی بیگھہ زمین بطور جاگیر عطا کر دی تاکہ آپ کو ذریعۂ معاش کی کوئی فکر نہ رہے۔ آپ پہلے پنڈوا میں مقیم رہے پھر نواکھالی ضلع کے سونار باغ میں اقامت پذیر ہوئے۔ جہاں حضرت میراں شاہ آسودہ ہیں وہ مقام ضلع نواکھالی کے ایک گاؤں کنچن پور سے کوئی دس بارہ میل دور حاجی پور اسٹیشن کے پاس واقع ہے۔ یہ ایک قدیم درگاہ ہے جو آج تک زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔

حضرت سید میراں شاہ کے مزار مبارک سے متصل آپ کی بھانجی، محجوبہ بی بی رحہ

کا مزارِ مقدس ہے ۔ مرحومہ محترمہ بھی بڑی نیک ، متقی ، پرہیزگار اور ولی صفت خاتون تھیں ۔ بنگال میں چند خواتین ایسی بھی گزری ہیں جنہوں نے مردوں کی طرح اپنی جان مال سب کچھ اللہ کے لئے نثار کر دیا ۔ عبادتِ الٰہی اور اتباع رسول کی ناقابلِ فراموش مثال قائم کی ۔ ان میں محبوبہ بی بی کا نام قابلِ ذکر ہے ۔ ان کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ جب کوئی شخص کوئی مراد لے کر ان کے مقبرے پر حاضری دیتا تو اللہ تعالیٰ اس نیک و برگزیدہ خاتون کے وسیلے سے حاجت مند کی حاجت روائی کرتا اور اس کے ارمان کا دامن گلہائے مراد سے بھر دیتا ۔ یہ امر بھی محبوبہ بی بی کے مرتبہ اور شان بزرگی پر دال ہے کہ جب لوگ حضرت میران شاہ کی زیارت کو جاتے ہیں تو پہلے محبوبہ بی بی کے مزار پہ عقیدت کے پھول پیش کرتے ہیں ۔

سندیپ کے علاقہ اور حضرت سید میران شاہؒ و محبوبہ بی بیؒ کے مزارات کے قریب ہی حضرت میاں صاحب بغدادیؒ کی ابدی آرام گاہ ہے ، یہ وہ درویش ہیں جو بارہ اولیائے کرام کے ہمراہ بغداد سے پاک بنگالا میں تشریف لائے تھے ۔

حضرت سید احمد معروف بہ " کلاّ شہید " جو حضرت جلال کے مرید اور درویش کامل تھے نواکھالی اور تری پورہ ضلع میں اسلام کی گراں قدر خدمات انجام دیں ، آپ کی عرفیت " کلاّ شہید " (یعنی جس نے اللہ کے لئے اپنا سر قربان کر دیا) سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے جہادِ اسلام کے دوران جام شہادت نوش فرمایا ۔ ضلع نواکھالی کے " ششّو دیا " نام کے ریلوے اسٹیشن سے متصل ششّودیا نامی ندی کے کنارے پُرفضا مقام پر آپ کا آستانہ تھا ۔ اکھاڑا ریلوے اسٹیشن ضلع تری پورہ کے قریب ایک دیہات کھرم پور میں آپ کی خانقاہ تھی ۔

کہتے ہیں کہ وہاں کا راجہ اشاعت اسلام کی وجہ سے ان کا جانی دشمن ہو گیا ۔ اس نے آپ کو تبلیغی کاموں سے باز رہنے کی تاکید کی لیکن آپ کا جذبۂ دینی اور تیز ہو گیا ۔ جب آپ نے کفر و الحاد کے خلاف جہاد کا نعرہ بلند کیا تو اس منحوس راجہ نے آپ کو دھوکے سے قتل کروا دیا اور آپ کا سر ندی میں پھینکوا دیا ۔ وہاں کے مسلمانوں نے آپ

کے سر مبارک کو ندی سے اٹھا کر سپردِ خاک کیا۔ جب سے آپ پیر کلاّ شہید مشہور ہوئے۔

حضرت پیر اعظم شاہد بغداد کے رہنے والے تھے۔ آپ کے جدامجد حضرت شاہ جلالؒ کے معتقد اور عقیدت مند تھے۔ مشرقی پاکستان میں حضرت شاہ جلالؒ کی قیادت میں جن بزرگانِ دین نے سب سے زیادہ اسلام کی خدمت انجام دی ان میں آپ کی شخصیت نمایاں ہے۔ آپ کی خدمت کی اہمیت یوں بھی بڑھ جاتی ہے کہ آپ نے عام طور پر ان علاقوں کا دورہ کیا اور کفر و الحاد کے خلاف جہاد کیا جہاں کفر و شرک، الحاد و بت پرستی کا دور دورہ تھا، جہاں مسلمانوں کا وجود برداشت نہیں کیا جاتا تھا بلکہ انہیں قتل کر دیا جاتا تھا، ایسے منجھدار میں حضرت صوفی پیر اعظمؒ نے کشتیٔ اسلام کو پار لگانے کا بیڑہ اٹھایا۔ آپ نے اپنی روحانی قوت اور حسنِ اخلاق سے رفتہ رفتہ باشندوں کو متاثر کیا۔ وہی ہندو جو مسلمانوں کے سخت حریف تھے نہ صرف مسلمان ہوئے بلکہ مسلمانوں کے دوش بدوش تبلیغی مشن کو بھی فروغ دیا۔ جب آپ نے اس ظلمت کدے کو روشن کدہ سے بدل دیا، ایک دینی ماحول، ایک اسلامی فضا پیدا ہوگئی تو آپ کے مریدوں اور ارادت مندوں کا ایک کھیپ خدمتِ دین میں مصروف ہوگیا۔ آپ نے محسوس کیا کہ سرزمین بنگالہ میں دین الٰہی کی ترویج و ترقی کی بہت گنجائش ہے، لہٰذا پہلے چاٹگام پھر مختلف علاقوں کا دورہ کیا۔ جہاں جہاں بھی گئے مشعلِ حق روشن کرتے گئے۔ ۷۸۵ھ میں لکھی پور پہنچے۔ لکھی پور تلاطم خیز بحرِ بیکراں میگھنا ندی کے کنارے واقع ہے، یہ وہی میگھنا ندی ہے جس کی حسین تصویر شاعر (عمور اکبر آبادی) نے کس دلکش انداز میں کھینچی ہے ؎

وہ ہمارے میگھنا، پدما کے طغیاں الاماں — جن کی پہنائی سے حیرت میں ہے بحرِ بیکراں
جن کی موجوں سے ازل کا جوش ہے اب تک عیاں — ان کے طوفاں لے چکے سو بار تیرا امتحاں

تجھ پہ جب بپتا پڑی ہے اور گرمایا ہے، تو
کارزارِ امتحاں سے سُرخ رُو آیا ہے، تو

(شہرادیس، مصنفہ وفا راشدی)

اس ندی کے آس پاس دہشت ناک جنگل، ہُو کا عالم۔ میگھنا کے کنارے گھنے جنگلوں

کے آغوش میں ایک کٹیا تھی جو آپ کا آستانہ تھی۔ یہ مقام دیارب باڑی کے نام سے مشہور تھا، یہاں آپ نے ایک مسجد تعمیر کرائی، مدرسہ تعمیر کیا، خود دینی تدریس اور اسلامی تعلیم دیا کرتے۔ بعد میں اس مدرسے نے بہت ترقی کی۔ بے شمار طلبار علوم دین و دنیا سے آراستہ ہوئے۔ آپ کے علم و فضل کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ نماز کے بعد آپ جو خطبہ فرماتے اور مدرسوں میں جو تقریریں کرتے وہ نہایت عالمانہ اور فاضلانہ ہوتی تھیں ان سے لوگ فیض یاب ہوتے اور اپنے دلوں کو منور کرتے۔ آپ کے خطبے اور تقریریں قلمی نسخوں کی صورت میں محفوظ ہیں اگر انہیں کتابی شکل میں شائع کیا جائے تو اشاعتِ دین کے سلسلے میں بڑی مفید ثابت ہوسکتی ہیں۔ آپ کی تحریروں میں آپ کے تجربات اور مشاہدات کے بہت سے پہلو بھی نظر آتے ہیں مثلاً یہ کہ تبلیغ دین کے سلسلے میں آپ نے بغداد سے بنگال تک کا جو سفر اختیار کیا اس میں آپ کو کن کن مصائب کا سامنا کرنا پڑا اور کس طرح کفر و الحاد کی عمارتوں کو ڈھایا گیا۔ مزید یہ کہ دینی خدمات کس مؤثر طریقے پر انجام دی جاسکتی ہیں اور کتنی آسانی سے عوام کے گمراہ دلوں کو اللہ کی طرف پھیرا جاسکتا ہے۔

المسوّٰی من احادیث الموطا (عربی)

حضرت شاہ ولی اللہؒ کی یہ مشہور کتاب آج سے ۴۳ برس پہلے مکہ مکرمہ میں مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے زیرِ انتظام چھپی تھی۔ اس میں جابجا مولانا مرحوم کے تشریحی حواشی ہیں۔ مولاناؒ نے حضرت شاہ صاحبؒ کے حالاتِ زندگی اور ان کی الموطا کی فارسی شرح پر مؤلف امام نے جو مبسوط مقدمہ لکھا تھا اس کتاب کے شروع میں اس کا عربی ترجمہ بھی شامل کردیا گیا ہے۔

ولایتی کپڑے کی نفیس جلد۔ کتاب کے دو حصے ہیں

قیمت:- بیس ۲۰ روپے